ہارون
اسکالر پی ایچ۔ڈی اردو، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور
ڈاکٹر محمد ارشد اویسی
صدرِ شعبہ اردو،، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

اردو رسم الخط کی اصلاح - تحقیقی و تنقیدی جائزہ

Haroon
Scholar Ph.D Urdu, Lahore Garisson University, Lahore.
Dr. Muhammad Arshad Awaisi
Head Department of Urdu, Lahore Garisson University, Lahore

Correction of Urdu Script – Analytical and Critical Review

All major languages of the world have their own scripts for writing purposes. Alphabets of a language have deep emotional, cultural and historical relationship with their relevant societies.Urdu script has unique proportional and unparalleled properties. Therefore the suggestions to change the script of Udru have been rejected everytime in the Past. However there is a possibility, that Urdu Alphabets may be increased in near Future to fulfil the needs of Urdu language.In this research article an effort has been made to analize those suggestions, which are being discussed oftenly for the betterment of Urdu script.
Key Words: *Major Languages, World, Scripts, Alphabets, Emotional, Cultural, Historical, Relationship.*

زبان کی اصوات کے لیے تحریری علامات کا نظام رسم الخط کہلاتا ہے۔ دنیا میں پائی جانے والی چھوٹی بڑی تمام زبانیں اپنا اپنا رسم الخط رکھتی ہیں اور اسے اپنا جزوِلاینفک تسلیم کرتی ہیں۔ زبان اور رسم الخط کا تعلق، جسم اور جان کے تعلق جیسا ہوتا ہے۔ دنیا میں مختلف زبانوں کی تحریر کے لیے مختلف طرز اور اقسام کے رسم الخط مستعمل ہیں۔ اگر کوئی رسم الخط کسی زبان کی تمام اصوات کو صحت، صفائی اور سہولت سے محفوظ کر سکے تاکہ بوقت ضرورت پڑھنے والے کی زبان سے ان آوازوں کو اسی طرح ادا کیا جا سکے، جس طرح بولنے والے نے ادا کی تھیں، تو وہ خط اس متذکرہ زبان کے لیے بالکل مناسب اور موزوں سمجھا جاتا ہے۔ یہ خصوصیت بدرجۂ اتم اردو رسم الخط میں

موجود ہے۔ اسی لیے وہ تمام تجاویز جو اصلاح کے نام سے اسے تبدیل کرنے کے لیے پیش کی گئیں، ہمیشہ سے بار بار مسترد ہوتی رہی ہیں۔

ڈاکٹر شوکت سبزواری نے زبان کو درخت اور رسم الخط کو زمین قرار دیا ہے۔ درخت کی بڑھوتری اور نشوونما میں زمین کے کردار سے انکار ممکن نہیں ہے۔ بالکل اسی طرح زبان کے ارتقا اور سربلندی میں رسم الخط کی افادیت اور اہمیت مسلمہ ہے۔ رسم الخط ایک ایسا آئینہ ہے، جس میں زبان کے تمام خط وخال واضح طور پر دکھائی دیتے ہیں۔ (۱) زبان اور رسم الخط کی ضرورت بول چال اور لکھنے پڑھنے کے لیے ہی نہیں ہوتی بل کہ ہر زبان کسی قوم کے علم وفن، تہذیب وتمدن اور فکر وفلسفے کی آئینہ دار ہوتی ہے۔ اگر کسی بنا پر زبان کے رسم الخط کو تبدیلی کے مراحل سے گزارا جائے تو عین ممکن ہے کہ وہ قوم اپنے علم وادب اور اقدار وروایات کے سرمایے سے یکسر محروم ہو جائے۔ ایک جامع اور مانع رسم الخط زبان کو عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق نئی تراش خراش عطا کر کے اظہار وبیان کے نئے رموز اور قواعد کی آشنائیوں سے ہمکنار کرتا ہے۔ اردو رسم الخط کی سرپرستی صوفی شعرا اور مسلم حکمرانوں نے کچھ اس انداز سے کی کہ اس کا تعلق اسلامی تہذیب وتمدن اور فکر وفلسفے سے بہت گہرا ہو گیا۔ سید قدرت نقوی کے مطابق اردو زبان اور اس کے رسم الخط کو اسلامی فکر وفلسفے اور تہذیب وثقافت سے کسی بھی قیمت پر الگ نہیں کیا جا سکتا۔ اردو اب محض زبان کا نام ہی نہیں ہے بل کہ ایک تہذیب کی علامت، پہچان اور استعارہ ہے۔ (۲)

زبان کو رسم الخط سے الگ کر کے نہیں دیکھنا چاہیے۔ اسی طرح کسی رسم الخط کو کسی زبان کا محض لباس تصور نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ لباس کو اتارنا اور تبدیل کرنا ممکن ہوتا ہے۔ رسم الخط کو زبان کی جلد کہنا چاہیے، کیوں کہ اس کو الگ کرنے کا نتیجہ زبان کی تباہی کے سوا کچھ اور ہو ہی نہیں سکتا۔ (۳)

مسلمانوں کی جدت پسندی اور قوت اختراع کے باعث یہ کرشمہ ظہور پذیر ہوا کہ سامی لباس کو آریائی جسم کا جزولاینفک بنا دیا گیا۔ ایک طویل عرصے پر محیط اہل دانش وبینش کی محنت ومشقت نے اس کی تراش خراش کر کے اسے ایک نادر ونایاب نمونہ بنا دیا۔ (۴)

اردو زبان کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس میں اصوات کی تعداد زیادہ ہے جس کی بنا پر یہ دنیا کی بیشتر زبانوں میں موجود اصوات کو ان کے حقیقی تلفظ کے ساتھ ادا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ اردو کو یہ مقام ومرتبہ اس کے رسم الخط کی وجہ سے حاصل ہوا ہے۔ اردو حروف تہجی کی تعداد عربی، فارسی اور انگریزی کے حروف تہجی سے

زیادہ ہے۔ اسی لیے اردو خواں طبقہ ان زبانوں کی اصوات کو ان کے اصل مخارج کے ساتھ ادا کرنے اور درست لہجے میں بولنے کی اہلیت اور صلاحیت رکھتا ہے۔ یہ خط اگرچہ فارسی رسم الخط سے ماخوذ ہے مگر اسے بعینہٖ فارسی کا رسم الخط نہیں کہہ سکتے۔ (۵) اردو کو اس کے ذخیرۂ الفاظ اور صرف و نحو کی بنیاد پر ایک مخلوط زبان کہا جاتا ہے۔ اسی طرح اس کا رسم الخط بھی مخلوط ہے۔ عربی اور فارسی رسم الخط سے مشابہت کے باوجود، اس کی الگ پہچان اور منفرد حیثیت ہے (۶) اردو رسم الخط جامعیت اور ہمہ گیری کے باعث ہر طرح کی آوازوں کو ادا کرنے میں لاثانی اور بے مثال ہے۔ اس خصوصیت کے حوالے سے ڈاکٹر فرمان فتح پوری رقم طراز ہیں :

> "سر ولیم جونسن نے کہا تھا: مکمل زبان وہ ہے جس میں ہر وہ خیال جو انسانی دماغ میں آسکتا ہے، نہایت صفائی اور زور کے ساتھ ایک مخصوص لفظ کے ذریعے ظاہر کیا جاسکے، خیالات اگر سادہ ہوں، تو الفاظ بھی سادہ اور اگر خیالات مشکل ہوں تو وہ بھی مشکل، اس طرح مکمل رسم الخط وہ ہے، جس میں اس زبان کی ہر آواز کے لیے ایک مخصوص نشان ہو۔" (۷)

اردو رسم الخط کو ناقص اور کم تر حیثیت کا حامل قرار دینے کا آغاز فورٹ ولیم کالج کلکتہ میں اس وقت سے ہوا جب للّولال کوی کی کتاب "پریم ساگر" کو اردو رسم الخط کے بجائے دیوناگری رسم الخط میں شائع کیا گیا۔ ہندوؤں اور انگریزوں نے مشترکہ منصوبہ بندی سے اردو رسم الخط کو دیوناگری رسم الخط میں بدلنے کی عملاً جدوجہد کا آغاز کیا۔ اسی نظریے اور طرزِ عمل سے اردو ہندی جھگڑے کی بنیاد پڑی، جس کے باعث مسلمانوں نے اپنے الگ تشخص کو برقرار رکھنے کے لیے ایک الگ اور آزاد مملکت کی خاطر قربانیاں دینے کی بنیاد رکھی۔ اس حوالے سے ڈاکٹر رابعہ سرفراز رقم طراز ہیں :

> "ابتدا میں ہندوؤں کا مطالبہ صرف اس قدر تھا کہ اردو کا رسم الخط فارسی کی بجائے ناگری کر دیا جائے۔ اس میں ان کی غرض مندانہ دور اندیشی اور دانائی کو بڑا دخل تھا۔ وہ جانتے تھے کہ رسم الخط اور زبان میں چولی دامن کا ساتھ ہے اور جیسے ہی اردو کے رسم الخط میں ترمیم و تنسیخ ہوئی یا اسے فارسی سے ناگری میں بدلا گیا۔ اردو خود بخود ختم ہو جائے گی اور ہندی ابھر کر سامنے آجائے گی۔ بات یہ ہے کہ ہندی کوئی الگ سے

زبان نہ تھی اس کا نحوی ڈھانچہ اور قواعد کے اصول وہی ہیں جو اردو کے۔ البتہ سنسکرت الفاظ کے بکثرت استعمال سے یہ ہندی بن جاتی تھی۔"(۸)

دنیا کی بیشتر اقوام جو جغرافیائی طور پر قریب قریب آباد ہیں، رسم الخط میں کسی حد تک مشابہت رکھتی ہیں، جیسے مغربی اقوام یونانی حروف تہجی کی مختلف شکلوں اور صورتوں کو اپنے اپنے نئے ناموں کے ساتھ اپنے حروف تہجی کے لیے استعمال میں لاتی ہیں۔ لیکن اسے کوئی لگا بندھا قانون بھی نہیں مانا جاسکتا۔ بعض قومیں جو اکٹھی رہتی ہیں یا قریب قریب رہتی ہیں ان کے رسم الخط بھی قطعی مختلف ہو سکتے ہیں۔ اس اختلاف میں تہذیب و تمدن اور مذہب کا بنیادی کردار ہوتا ہے، جیسے: برصغیر میں سیکڑوں زبانیں اپنا اپنا الگ الگ رسم الخط رکھتی ہیں، اردو اور ہندی ایک ہی زبان ہونے کے باوجود رسم الخط کے نقطۂ نگاہ سے بالکل الگ الگ ہیں۔ اردو دائیں طرف سے عربی رسم الخط میں اور ہندی بائیں طرف سے دیوناگری رسم الخط میں لکھی جاتی ہے۔ (۹)

رسم الخط کو زندہ اقوام بدلا نہیں کرتیں کیوں کہ ایسا کرنے سے قوم از خود اپنے ماضی اور حال کے علمی وادبی سرمایے اور قومی تشخص سے یکسر محروم ہوسکتی ہے۔ کسی بھی ملک و قوم کے لیے قومی زبان فطری ہوتی ہے اور اسی نسبت سے اس زبان کا رسم الخط بھی فطری ہی ہوتا ہے۔ قومی زبان کسی قوم کا نطق اور اس کا رسم الخط اس زبان کی روح قرار پاتا ہے۔ زبان کے حوالے سے جو جھگڑا اور اختلاف ہوتا ہے وہ اصل میں رسم الخط ہی سے تعلق رکھتا ہے۔ رسم الخط کی حیثیت اور شناخت، زبان کی بقا اور قومی وجود کی ضامن کہلاتی ہیں۔ (۱۰)

اردو رسم الخط کی اصلاح کے لیے مختلف تجاویز پیش کی جاتی رہی ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اردو کے ہم صوت حروف تہجی کی تعداد میں کمی کی جائے۔ ا۔ "ا"، "ع"۲۔ "ت"، "ط"۳۔ "س"، ث"، "ص"۴۔ "ز"، "ذ"، "ظ"، "ض"۵۔ "ہ"، "ح" میں سے ا، ت، س، ز، ہ کو رہنے دیا جائے اور باقی ع، ط، ث، ص، ذ، ض، ح؛ کو ختم کر دیا جائے۔ اس سے اردو املا کے مسائل کم ہو جائیں گے اور انتشار اور ابتری کا خاتمہ ہو گا، اس طرح اردو زبان کی رفتار ترقی تیز ہو جائے گی۔ (۱۱)

یہ ایک عجیب منطق ہے کہ درج بالا آٹھ حروف تہجی تو اردو کی ترقی میں ایک مسلسل رکاوٹ ہیں جب کہ انگریزی رسم الخط کو اس حوالے سے مکمل چھوٹ اور رعایت حاصل ہے۔ حالاں کہ انگریزی رسم الخط میں اس سے کہیں زیادہ خرابیاں اور کمزوریاں دیکھنے میں آتی ہیں۔ وہاں ہر لفظ کے ہجوں کو الگ رٹا لگانا پڑتا ہے۔ جب تک ہر لفظ کے ہجے (Spelling) یاد نہ ہوں ایک جملہ بھی نہیں لکھا جاسکتا۔ مغربی دنیا میں کسی نے اس رسم الخط کو بدلنے یا اس

میں اصلاح کی مہم اس زور و شور سے نہیں چلائی جس قدر ہمارے ہاں اس مسئلے کو اچھالا جاتا ہے اور اہم بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔

یہ حقیقت اظہر من الشّمس ہے کہ اردو ا ایک مخلوط زبان ہے اور اسی طرح اس کا رسم الخط بھی مخلوط نوعیت کا ہے۔ عربی، فارسی، ہندی اور مقامی زبانوں نے اس پر گہرے اثرات مرتب کیے ہیں۔ زندگی کو رواں دواں اور درست ڈگر پر رکھنے کے لیے مختلف پیشوں اور علوم میں مہارت یقیناً وقت حاضر کا اہم تقاضا ہوا کرتا ہے مگر اردو کا گہری بصیرت کے ساتھ، لسانی نقطۂ نگاہ سے صوتیاتی جائزہ عصر حاضر کی اہم ضرورت ہے۔ یہ حقیقت بھی فراموش نہین کرنی چاہیے کہ اب تک کہ مشاہدات و تجربات کے مطابق اردو صوتیات کے لیے موجودہ رسم الخط ہی واحد انتخاب ہے۔

اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں ہے کہ یہی آٹھ (۸) حروف معنی اور مفہوم تک رسائی کے لیے درست سمت میں رہنمائی کا ایک مستقل زینہ ہیں۔ یہ ذخیرۂ الفاظ میں اضافے کا ایک اہم اور بنیادی سبب بنتے ہیں اور اس طرح اردو خواں طبقے کی خود اعتمادی اور عزت نفس کو بڑھانے میں ممد و معاون ثابت ہوتے ہیں۔ ایک حرف کی جگہ دوسرے حرف کو لکھنے سے جو مسائل در پیش آسکتے ہیں:'ع' کو 'الف' سے بدلنے کی صورت میں "علم" اور "عقل" کو اگر "الم" اور "اقل" لکھا جائے گا جو کہ پہلے ہی اردو میں مستعمل لفظ ہیں مثلاً: "رنج والم " اور "ذواضعاف اقل"۔ اسی طرح "علیم" کا لفظ "الیم" اور "عقلیت" کا لفظ "اقلیت" بن جائے گا۔ جس کا نتیجہ معنی کی تفہیم میں الجھن کی صورت میں نکلے گا۔ اردو حروف تہجی میں ہم صوت یا مشابہ الصوت حروف کی کثرت ہے اور املا کا فرق مٹانے سے، ان کی مدد سے بننے والے لفظوں کے معنی اور مفہوم یقیناً متاثر ہونگے۔ (۱۲)

اس "اصلاحی" کوشش کے نتیجے میں اردو زبان و ادب، فکر و فن اور تہذیب و تمدن کا چار پانچ سو سالہ ذخیرہ قصۂ پارینہ بن جائے گا۔ رسم الخط میں تغیر و تبدل کی خاطر ایک گروہ یا فرد کی جانب سے کی جانے والی شعوری کوششیں اس حوالے سے زیادہ اثرات مرتب نہیں کیا کرتیں۔ اردو حروف تہجی کے ہم صوت حروف کی تعداد میں کمی کرنے کے جو اثرات مرتب ہو سکتے ہیں، ان کے حوالے سے ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی رائے یہ ہے :

> "زبان اور رسم الخط کی تبدیلی کے ساتھ ہی ہمارا سارا ثقافتی و تہذیبی سرمایہ خود اپنے ہاتھوں خاک میں مل جائے گا۔ تجربہ کرنا ہو تو کسی علمی و ادبی کتاب کا ایک پیراگراف لے لیجیے اور نئے املا کے مطابق لکھ کر دوبارہ پڑھنے کی کوشش کیجیے۔ وہ پیراگراف آپ

کی نظروں کے لیے اتنا اجنبی ہو گا کہ پڑھنا مشکل ہو جائے گا۔ایسی صورت میں اردو رسم الخط کو،اس کی معمولی دقتوں کی وجہ سے بدلنا اور اردو کی لاکھوں علمی وادبی کتابوں کو نئی نسل کے لیے مہمل بنانا کہاں کی دانش مندی ہو گی۔"(۱۳)

اردو رسم الخط کی اصلاح کی خاطر تجاویز،کچھ تو اس کے بہی خواہوں نے اخلاص اور درد مندی سے پیش کی تھیں جب کہ اردو کے کچھ حاسدوں نے دوستی،ہمدردی اور خیر خواہی کا لبادہ اوڑھ کر اسے یکسر تبدیل کرنے کا مشورہ بھی دے ڈالا۔بلاشبہ یہ سیاسی تناظر میں اردو ہی کو ختم کرنے کا منصوبہ تھا۔جن حروف تہجی (علامات) کو ختم کرنے پر زور دیا جارہا تھا،وہی معنی کی تفہیم اور تفریق میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔یہ سب کچھ ازروئے صوت نہیں ازروئے اصل ہے۔اصل سے یہاں مرادان الفاظ کی اصل زبان ہے۔ان الفاظ کو اردو میں مستعار یا دخیل الفاظ کہا جاتا ہے۔ان حروف یعنی 'ث'،'ص'،یا،'ذ'،'ظ'اور'ع'ح'کی اصل زبان میں ان سے بننے والے الفاظ کے معنی اور مفہوم میں بہت فرق ہوتا ہے۔اردو میں اگر معنی ومفہوم کا یہ فرق برقرار ہے تو محض اس وجہ سے کہ یہ اصل زبان سے چلا آتا ہے۔(۱۴)

اردو رسم الخط کی"اصلاح"کے لیے پیش کی جانے والی تجاویز میں سے ایک تجویز جو عرصۂ دراز سے، مختلف اندازاور طریقوں سے پیش کی جاتی رہی ہے،وہ یہ ہے کہ اردو رسم الخط کو رومن رسم الخط میں ڈھال لیا جائے۔یورپی تاجر برصغیر میں اپنے ساتھ اپنا رسم الخط اور عیسائی مبلغین لائے۔انھوں نے برصغیر کی عوام کا معاشی،ثقافتی اور معاشرتی استحصال کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور مذہب کے مقدس نام پر رومن رسم الخط کی ترویج واشاعت کے لیے ہر طرح کے جتن کیے۔وہ یہاں کے مقامی لوگوں کو انجیل مقدس کی تعلیم دینا چاہتے تھے اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے کارندوں کو مقامی الفاظ،افراد اور مقامات کے نام یاد کروانا چاہتے تھے(۱۵)۔گلکرسٹ (Gilchrist) نے اردو کے لیے رومن رسم الخط کا استعمال سب سے پہلے اس وقت کیا جب اس نے English and Hindoostanee Dictionary رومن خط میں تحریر کی۔ اس کا پہلا ایڈیشن ۱۷۸۶ء اور دوسرا ۱۷۹۸ء میں کلکتہ سے شائع کیا گیا۔اس کے بعد توریت،زبور،انجیل مقدس اور دیگر مذہبی کتابوں اور رسالوں کو رومن رسم الخط میں چھاپا گیا۔یورپی محققین نے کچھ امتیازی علامات لگا کر رومن خط کے ذریعے اردو اور دیگر مشرقی زبانوں کو صحیح تلفظ کے ساتھ لکھنے کی سعی بھی کی۔اردو کے اصلی تلفظ کو سائنٹفک طور پر رومن رسم الخط میں لکھنے کا آغاز سر ولیم گریرسن نے کیا۔(۱۶)

رسم الخط کی تبدیلی سے کوئی بھی قوم اپنی روایات واقدار، تہذیب وثقافت اور علوم وفنون سے نہ صرف محروم ہو جاتی ہے بل کہ اپنے وقار اور تشخص سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہے۔اسی نکتے کو مد نظر رکھتے ہوئے ۱۸۶۲ء میں 'راجندر لال متر' نے مسلمانوں کے لیے فارسی اور ہندوؤں کے لیے دیوناگری رسم الخط کی سفارش کی تھی۔'گارساں دتاسی' جیسے ماہر علم وفن نے اردو رسم الخط کو دیوناگری رسم الخط میں لکھنے کی مخالفت کی تھی۔

وہ ممالک جنھوں نے اپنے رسم الخط کی قربانی دے کر رومن رسم الخط کو گلے لگایا ہے، ان میں سے ایک ترکی ہے۔ترکی نے یورپی یونین میں شمولیت کی خوشی میں عربی رسم الخط کو چھوڑ کر رومن رسم الخط کو اپنایا۔ترکی کی توقعات کے برعکس اسے یورپ میں اس خط کی تبدیلی کے باعث کوئی نمایاں اور افضل مقام نہ مل سکا ہے۔ترکی میں آج عربی رسم الخط میں لکھی گئی تقریباً تمام کتابیں محض لائبریریوں کی زینت ہیں۔ماضی کی روایات واقدار اور تہذیب وثقافت سے محرومی ترکی کا مقدر بن چکی ہے۔

مملکت پاکستان میں ۱۹۵۸ء میں اردو رسم الخط کو رومن رسم الخط کا لبادہ اوڑھانے کی تجویز عوامی کثرت رائے کی مدد سے، جنرل محمد ایوب خان نے مسترد کر دی۔اس من گھڑت نظریے میں کوئی صداقت نہیں ہے کہ کسی زبان کو دوسری زبان کے رسم الخط میں پوری صحت اور درست تلفظ کے ساتھ لکھا جا سکتا ہے۔اگر ایسا ممکن الحصول ہوتا تو دنیا کی ہر زبان کے لیے جداگانہ اور الگ رسم الخط کی ضرورت نہ ہوتی۔اور ساری زبانیں ایک ہی رسم الخط سے اپنا اپنا کام چلا لیتیں(۱۷)۔اگر اردو لفظ "بعد" اور "باد" کو "Baad"، "وسیع" اور "وصی" کو "Wasi" لکھا جائے اور پھر "نصب" اور "نسب" کو "Nasab" لکھا جائے تو معنی کا فرق کیسے قائم ہو؟ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ رومن خط میں حروف کی آواز اور لفظ کے تلفظ کا کوئی مقررہ اصول یا قاعدہ نہیں ہے۔اور یہ خط اردو کی تمام اصوات کی ادائی اور نمایندگی کرنے سے قاصر ہے۔رومن میں تلفظ اور ہجے کے مسائل بہت زیادہ ہیں،اسی لیے اس میں اردو لکھنا پڑھنا ئی مشکلات کا سبب بنے گا۔ (۱۸)

آل پاکستان اردو تدریس کانفرنس، منعقدہ کراچی، ۲۶ تا ۳۰ دسمبر ۱۹۶۱ء میں متفقہ طور پر اردو کے لیے رومن رسم الخط اپنانے کی تجویز کو رد کر دیا گیا۔اس کانفرنس میں رومن خط کو اردو کے لیے ایک خطرہ قرار دیا گیا۔درحقیقت رومن خط اپنے ناقص صوتیاتی نظام کے باعث اردو الفاظ کے تلفظ کی حفاظت اور کفالت کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا۔یہ تو انگریزی الفاظ کا تلفظ، اپنے رومن رسم الخط میں حقیقی معنوں ادا کرنے سے قاصر ہے، اسی لیے ہر مستند لغت (Dictionary) میں لفظوں کا تلفظ (Pronunciation) قوسین میں درج کرنا پڑتا ہے۔'

برنارڈ شا' نے رومن رسم الخط کے سات سو (۷۰۰) الفاظ کی ایک فہرست ماہرین لسانیات کی خدمت میں پیش کی تھی ،اور یہ تجویز بھی دی تھی کہ جن آوازوں کے لیے رومن میں حروف نہیں ہیں، ایجاد کیے جائیں۔ لیکن ایسا ممکن نہ ہو سکا۔ اس کی وجہ ماضی کے علمی و ادبی سرمایے کو نقصان پہنچنے کے احتمال کو قرار دیا گیا۔

رومن رسم الخط کو اپنانے کی تجویز، بالغ نظری کا ثبوت نہیں ہے۔ یہ انگریزی زبان و ادب اور تہذیب وثقافت سے مرعوبیت کی علامت ہے۔ اسی ذہنی و فکری غلامی کے باعث مغرب کا ہر نظریہ اور فلسفہ قابل تقلید اور گراں مایہ جب کہ مشرق کی ہر فکر و نظر نا قابل عمل اور بے وقعت ٹھہرائی جاتی ہے۔ اور ایک تلخ حقیقت یہ بھی ہے کہ اردو کے علمی و ادبی اور قومی و دفتری مقام و مرتبے کے تعین میں ایک بڑی رکاوٹ یہ بھی رہی ہے کہ اسے اپنے ہی وطن میں قومی زبان ہونے کے باوجود جائز اور مناسب پذیرائی نہ مل سکی۔ انگریزی زبان و ادب اور رسم الخط کی برتری اور اردو کی کمتری کے لیے وہی فرسودہ دلیلیں دی جاتی ہیں جو احساس کمتری کی عکاس ہیں۔ (۱۹)

انگریزی اور روسی زبانوں سمیت دنیا کی تمام دیگر زبانوں نے علم و ادب کے خزانوں میں وسعت تراجم کے توسط سے کی ہے۔ رومن خط اپنانے سے مغربی اقوام کے ساتھ نہ تو فکر و نظر کی ہم آہنگی کا امکان ہے اور نہ ہی معاشرتی اور اقتصادی فوائد ممکن ہیں۔ مغربی پر فریب ہتھکنڈوں کا شکار ہونے کے بجائے، اردو رسم الخط کے حوالے سے ٹھوس، قابل عمل اور فیصلہ کن موقف عصر حاضر کا تقاضا ہے۔ اردو مملکت خداداد پاکستان کی قومی زبان ہے اور تحریک پاکستان میں اس کا کردار اساسی نوعیت کا تھا۔ قائد اعظم اور ۱۹۷۳ء کے آئین کی روشنی میں اردو کو اس کا حق اور جائز مقام و مرتبہ ملنا چاہیے کیوں کہ Urdu is our Lingua Franca:۔ دور حاضر میں جاپان، روس، چین اور جرمنی کی زبانیں بہت سے میدانوں میں انگریزی کو مات دے رہی ہیں۔

اردو رسم الخط ناقص نہیں ہے۔ اس میں ہر زندہ آواز کو اصل مخارج اور پوری صلاحیت کے ساتھ ادا کرنے کی خوبی بدرجۂ اتم موجود ہے۔ اس کی تاریخ ہزاروں سال پر محیط ہے۔ بہت سے ممالک میں روز مرہ، دفتری اور تعلیمی امور کے لیے اس کا صدیوں سے استعمال کیا جا رہا ہے۔ اسے ایک بین الاقوامی خط کی حیثیت حاصل ہے۔ اس میں اگر کوئی چھوٹی موٹی کمی کوتاہی ہے تو عصر رواں کے تقاضوں کی روشنی میں اہل علم و فن اسے دور کر سکتے ہیں۔ (۲۰)

جب ۱۸۶۷ء میں بنارس کے سرکردہ ہندوؤں نے فارسی رسم الخط کو ختم کر کے دیوناگری رسم الخط کو نافذ کرنے کی بھرپور مہم شروع کی تھی تو وہ اس نظریے اور فلسفے کے قائل تھے، جس کے مطابق برہمنی تہذیب برصغیر

میں غالب رہی۔ اس نے باختر کے یونانیوں، راجپوتوں، جاٹوں اور گوجروں کی تہذیبیں سیاسی دباؤ کی مدد سے، جذب کر لیں۔ لیکن مسلم تہذیب جو عربی وایرانی تہذیب کی پیداوار ہے، کا انجذاب ممکن نہ تھا۔ دراصل اسلامی تہذیب کا انڈک (Indic) تہذیب میں انجذاب وادغام کسی طور ممکن نہ تھا۔ اسلامی تہذیب سیدھے ہاتھ کی تہذیب ہے اور مابعد الطبیعیاتی پہلو کی قائل ہے۔ طواف کعبہ سیدھے ہاتھ کی طرف سے کیا جاتا ہے۔ ہر زبان اپنی روح کا اظہار رسم الخط کے توسط سے کرتی ہے۔ اس کی حیثیت غلاف کی سی نہیں بل کہ کھال کی سی ہوتی ہے اگر اتاری جائے گی تو جسم و جان کا رشتہ منقطع ہو جائے گا۔ (۲۱)

مشہور امریکی ادارے American Friends of Middle East کے ڈائریکٹر مسٹر بیتھمین (Erien,W.Bathman) نے اردو کے لیے لاطینی رسم الخط کو خطرناک اور ضرر رساں قرار دیا اور عندیہ دیا کہ ایسی صورت میں پاکستان اپنے روحانی ورثے سے محروم ہو سکتا ہے۔ اس میکانکی دور میں پاکستان کا ماضی اس کی آئندہ نسلوں کی نظروں سے اوجھل ہو سکتا ہے۔ (۲۲)

ترکی نے جب سے رومن خط کو گلے لگایا ہے، بہت سے دیگر ممالک بھی ذہنی و فکری مرعوبیت کے نتیجے میں اپنے اپنے رسم الخطوں کو رومن رسم الخط میں ڈھالنا چاہتے ہیں۔ پاکستان میں الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا اس مہم میں ہر اول دستے کا کردار ادا کر رہے ہیں۔ بڑے بڑے ہورڈنگ اور ایڈورٹائزنگ سائن بورڈ رومن حروف تہجی کی بالا دستی کے مظہر بنتے جا رہے ہیں۔ یہ حروف اکیلے نہیں آتے بل کہ تہذیب و ثقافت اور افکار و نظریات کا لا محدود خزانہ بھی اپنے ساتھ لاتے ہیں۔ موبائل کمپنیاں اور مشروبات (Cold Drinks) بنانے والے ادارے رومن خط کی ترویج واشاعت کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ اردو خط کو ناقص ٹھہرانے کے ساتھ ساتھ اس حقیقت کو بھی ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ رسم الخط کے بعد زبان، زبان کے بعد معاشرت، معاشرت کے بعد رسم ورواج، رسم ورواج کے بعد تاریخ اور تاریخ کے بعد مذہب کو بھی ناقص ٹھہرانے کی روش چل پڑتی ہے۔ جس کے نتیجے میں نسل نوخود کو بے یار ومددگار پاتی ہے اور فکری آبیاری کے لیے دوسروں کی رہین منت بن کر اندھیروں میں بھٹکتی پھرتی ہے۔ اس کا خود پر سے اعتماد اٹھ جاتا ہے، جو اس کی عزت نفس (Self Respect) کو مجروح کرنے اور صلاحیتوں کا گلا گھوٹنے کے مترادف ہے۔ دوسری اقوام کی تہذیبی برتری کو قبول کر کے، اس کی اندھا دھند تقلید اکثر نقصان دہ ثابت ہوتی ہے۔ یہ ایک ایسا خسارہ ہے جس کی تلافی کسی بھی قیمت پر ممکن نہیں۔ اسی لیے اردو رسم الخط کو بدلنے کی تمام تجاویز کو ہر صورت مسترد کیا جانا چاہیے۔

حوالہ جات

۱۔ رابعہ سرفراز،ڈاکٹر،"اردو زبان اور بنیادی لسانیات"،فیصل آباد:مثال پبلشرز،۲۰۱۵ء،ص:۱۲۵
۲۔ قدرت نقوی،سید،"لسانی مقالات"،جلد،دوم،اسلام آباد:مقتدرہ قومی زبان،۱۹۸۸ء،ص:۱۳۰
۳۔ فرمان فتح پوری،ڈاکٹر،"اردو املا اور رسم الخط"،(اصول و مسائل)،لاہور:الوقار پبلی کیشنز، ۲۰۱۳ء، ص:۸۷
۴۔ اشرف کمال،ڈاکٹر،"لسانیات،زبان اور رسم الخط"،فیصل آباد:مثال پبلشرز،۲۰۱۲ء،ص:۹۴
۵۔ ہاشمی،عبدالقدوس،"ہمارا رسم الخط"،(مضمون)،مشمولہ:"اردو رسم الخط"،(مرتبہ)،شیما مجید،اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان،۱۹۸۹ء،ص:۵۱
۶۔ فرمان فتح پوری،ڈاکٹر،"اردو تدریس"،لاہور:الوقار پبلی کیشنز،۲۰۱۵ء،ص:۶۷
۷۔ ایضاً،ص:۶۸
۸۔ رابعہ سرفراز،ڈاکٹر،"اردو زبان اور بنیادی لسانیات"،ص:۲۶-۲۵
۹۔ نشتر،محمد اسلام،"قومی زندگی میں قومی زبان کا کردار"،(حدیث دیگراں)،اسلام آباد:مقتدرہ قومی زبان،۲۰۰۵ء،ص:۲۰۹
۱۰۔ ایضاً،ص:۸
۱۱۔ فرمان فتح پوری،ڈاکٹر،"اردو تدریس"،ص:۸۶
۱۲۔ فرمان فتح پوری،ڈاکٹر،"اردو املا اور رسم الخط"،(اصول و مسائل)،ص:۱۰۲-۱۰۱
۱۳۔ فرمان فتح پوری،ڈاکٹر،"اردو تدریس"،ص:۹۰
۱۴۔ گوپی چند نارنگ،ڈاکٹر،"اردو زبان اور لسانیات"،لاہور:سنگ میل پبلی کیشنز،۲۰۰۷ء،ص:۲۸۷
۱۵۔ طارق عزیز،ڈاکٹر،"اردو رسم الخط اور ٹائپ"،اسلام آباد:مقتدرہ قومی زبان،۱۹۸۷ء،ص:۳۰
۱۶۔ ایضاً،ص:۳۲
۱۷۔ فرمان فتح پوری،ڈاکٹر،"اردو املا اور رسم الخط"،(اصول و مسائل)،ص:۸۷
۱۸۔ فرمان فتح پوری،ڈاکٹر،"اردو تدریس"،ص:۹۲
۱۹۔ سلیم اختر،ڈاکٹر،"اردو زبان کی مختصر ترین تاریخ"،لاہور:سنگ میل پبلی کیشنز،۲۰۱۶ء،ص:۲۷۳
۲۰۔ جمیل جالبی،ڈاکٹر،(مضمون)،"صورت و معنی کا رشتہ"،مشمولہ:"اردو رسم الخط"، مرتبہ:شیما مجید، اسلام آباد:مقتدرہ قومی زبان،۱۹۸۹ء،ص:۳۳۳
۲۱۔ ایضاً،ص:۳۳۷
۲۲۔ فاروقی،محمد طاہر،پروفیسر،(مضمون)،"ہمارا رسم الخط"،مشمولہ:"اردو رسم الخط"، مرتبہ:شیما مجید، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان،۱۹۸۹ء،ص:۳۲۸